بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

الْحَمْدُ لِلهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَالصَّلاَةُ وَالسَّلاَمُ عَلَى خَاتَمِ الأَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِين نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ أَجْمَعِين، أَمَّا بَعْدُ:

04-33: سورۃ النساء کی مختصر تفسیر (آیات:162-170)

سورۃ النساء مختصر تفسیر کا درس جاری ہے اور آیت نمبر 162 پر رُکے تھے یہیں سے درس کا آغاز کرتے ہیں:

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ

﴿لٰكِنِ الرّٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ مِنْهُمْ وَالْمُؤْمِنُوْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ وَالْمُقِيْمِيْنَ الصَّلٰوةَ وَالْمُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَالْمُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۭ اُولٰۗىِٕكَ سَنُؤْتِيْهِمْ اَجْرًا عَظِيْمًا ١٦٢﴾ (النساء:162)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿لٰكِنِ الرّٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ مِنْهُمْ﴾۔

یہودیوں کے تعلق سے اہل کتاب کے تعلق سے جب اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے پچھلی آیات میں کہ انہوں نے اپنے اوپر ظلم کیا جو یہودی ہیں اور اُن کے ظلم کے سبب اللہ تعالیٰ نے اُن پر جو بعض چیزیں حلال تھیں حرام کر دیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کے راستے سے خود بھی رُکتے تھے لوگوں کو بھی روکتے تھے، سود کھاتے تھے لوگوں کا مال باطل طریقے سے کھاتے تھے تو اُن کافروں کے لیے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ عذاب اُلیم تیار کر رکھا ہے پھر فرماتے ہیں کہ اِنہی یہودیوں میں سے کچھ ایسے لوگ بھی ہیں، کیسے ہیں؟ ﴿لٰكِنِ الرّٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ مِنْهُمْ﴾: لیکن اِن میں سے جو علم میں راسخ ہیں پختہ ہیں۔ کس کی بات ہو رہی ہے؟ یہودیوں کی: ﴿الَّذِيْنَ هَادُوْا﴾ (النساء:46)۔

﴿وَالْمُؤْمِنُوْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ﴾: اور وہ جو مومن ہیں ایمان رکھتے ہیں جو کچھ آپ پر نازل ہوا: ﴿بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ﴾۔

﴿وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ﴾: اور وہ جو آپ سے پہلے نازل ہوا (یعنی اس پر بھی ایمان رکھتے ہیں)۔

﴿وَالْمُقِيْمِيْنَ الصَّلٰوةَ وَالْمُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ﴾: اور نماز کو قائم بھی کرتے ہیں اور زکوۃ بھی دیتے ہیں۔

﴿وَالْمُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ﴾: اور اللہ تعالیٰ پر ایمان بھی رکھتے ہیں اور یوم آخرت پر ایمان بھی رکھتے ہیں۔

﴿اُولٰۗىِٕكَ سَنُؤْتِيْهِمْ اَجْرًا عَظِيْمًا ١٦٢﴾: یہی لوگ ہیں عنقریب ہم ضرور انہیں بڑا اُجر عطا کریں گے۔

یہ انصاف ہے۔

یہودیوں میں سے کچھ اچھے لوگ بھی ہیں اور یہ دو قسم کے اچھے لوگ ہیں سمجھیں ذرا، اہل ایمان ہیں اور عمل صالح کرنے والے ہیں اور یہ دو قسم کے ہیں:

1- ایک وہ ہیں جو موجود تھے موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کے زمانے میں اہل حق تھے اپنے نبی کا احترام بھی کرتے تھے (موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کا) اُن کی اقتداء بھی کرتے تھے اُن کی اتباع بھی کرتے تھے اس کا حق بھی ادا کرتے تھے۔

2-اور دوسرے وہ جنھوں نے کلمہ پڑھا ہے اور اللہ تعالیٰ کے آخری نبی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان رکھا ہے۔

(یہودی تھے بعد میں اسلام قبول کیا کیونکہ اللہ تعالیٰ کا دین صرف اسلام ہی ہے یہودیت نصرانیت میں کوئی دین نہیں ہے یہ لوگوں کا خود ایجاد کردہ دین ہے خود ساختہ دین ہے)۔

اب اِن کے تعلق سے اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے کہ ﴿الرّٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ﴾ والے بھی ان میں سے لوگ موجود ہیں جیسا کہ عبداللہ بن سلام معروف صحابی ہیں یہودی تھے اور اہل علم میں سے تھے یہودیوں کے علماء میں سے تھے اللہ تعالیٰ نے توفیق دی کلمہ پڑھ لیا صحابی ہو گئے (سبحان اللہ)اُن کا ذکر ہے اس آیت کریمہ میں، تو علم کی روشنی کی بنیاد پر اللہ تعالیٰ نے اُن کی رہنمائی کی حق کو قبول کرنے کے لیے۔

جبکہ علم اکثر یہودیوں کے پاس بھی موجود ہے ان کے علما میں کوئی کمی نہیں تھی لیکن اکثریت نے کفر کا راستہ اختیار کیا بہت کم ہیں بہت کم تعداد میں کلمہ پڑھا اور اسلام میں داخل ہوئے لیکن کیونکہ ایسے لوگ بھی موجود ہیں جنھوں نے حق ادا کیا ہے حق کی اتباع کا اور کلمہ بھی پڑھا ہے تو اللہ تعالیٰ نے اُن کا ذکر بھی فرمادیا ہے۔

اور یہ اُن یہودیوں کے لیے عبرت ہے:

(۱) کہ دیکھو یہ بھی تم میں سے تھے انہوں نے اسلام قبول کیا ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آخری نبی مانا ہے اس پر ایمان بھی رکھا ہے۔

(۲) ان لوگوں نے بھی وہی تورات پڑھی ہے جو تم پڑھتے ہو چاہے تحریف شدہ ہی کیوں نہ ہو اس میں ذکر تو ہے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اور اسی علم کی بنیاد پر علم میں راسخ تھے اور اس کا حق ادا کیا جو باطل تھا اس کو ختم کیا اور جو صحیح علم تھا اس کی پیروی کرتے ہوئے انہوں نے حق کا راستہ اختیار کیا ہے۔

(۳) اور ان پر حجت بھی ہے کہ اگر یہ کر سکتے ہیں تو تم کیوں نہیں کر سکتے ہو؟!

تو ﴿الرّٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ مِنْهُمْ﴾ ہیں ان میں سے۔

﴿وَالْمُؤْمِنُوْنَ﴾: اور جو ایمان لائے ہیں۔

﴿يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ﴾: ایمان رکھتے ہیں جو کچھ آپ پر نازل ہوا ہے یعنی قرآن مجید پر۔

﴿اُنْزِلَ اِلَيْكَ﴾ اور ﴿اَنْزَلَ عَلَيْكَ﴾ (آل عمران:7): بعض آیات میں ﴿اَنْزَلَ عَلَيْكَ﴾ عَلَی کے لفظ سے ہے اور بعض آیات ﴿اُنْزِلَ اِلَيْكَ﴾ اِلَی کے لفظ سے ہے دونوں میں فرق ہے؟ یہ قرآن مجید کی خوبصورتی ہے انداز بیان کی آپ نوٹ کریں:

(۱) قرآن مجید میں جہاں پر عَلَی کا لفظ ہے نا کیونکہ عَلَی "استعلاء" ہے اس کی مشقت ہے، وجوب پر عمل کرنے کے لیے مشقت ہوتی ہے دعوت دینے میں مشقت ہوتی ہے پیغام پہنچانے میں مشقت ہوتی ہے کہ لوگ رکاوٹیں پیدا کریں گے مخالفت کریں گے تضاد ہوگا، جب یہ مقصد ہو تبلیغ کا مقصد ہو اسی سیاق وسباق میں ہو تو عَلَی کا لفظ ہوگا۔

(۲)اور جب تبلیغ کا سیاق وسباق نہ ہو صرف بیان کرنا ہے کہ قرآن مجید نازل کیا ہے یا کتاب نازل کی ہے بغیر کسی مشقت کے آگے کوئی اگر حکم نہیں ہے تو پھر ﴿اِلَيْكَ﴾ کا لفظ ہے (سبحان اللہ)۔

دیکھیں اسے مد نظر رکھا گیا قرآن مجید میں کمال ہے واللہ !

اور یہاں پر دیکھیں: ﴿بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ﴾: ابھی ایمان لے کر آ رہے ہیں نا مشقت نہیں ہے جھگڑا تو نہیں کر رہے نا؟! جو ایمان لے کر آیا ہے تو وہ کیا جھگڑا کرے گا وہ تو قبول کر رہا ہے نا؟! تو ﴿اُنْزِلَ اِلَيْكَ﴾ میں آسانی ہے انہوں نے با آسانی قبول کیا تو عَلَيْكَ کا لفظ نہیں ہے ﴿اِلَيْكَ﴾ کا لفظ ہے: ﴿يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ﴾۔

﴿وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ﴾: جو آپ سے پہلے نازل ہوا اس پر بھی ایمان رکھتے ہیں یہ کیا ہے؟ ایمان۔

تو ایمانیات میں اُن کا صحیح ایمان صحیح عقیدہ ہے عقیدے کو درست کر لیا کیونکہ جو بنیاد ہے اسلام کی اور ہر دین کی اور دین اسلام ہی حق دین ہے تو عقیدے کی اساس پر دین قائم ہوتا ہے ایمانیات پر دین قائم ہوتا ہے تو ایمان کو پہلے مقدم کر دیا ہے اور پھر ایمان کے ساتھ عمل صالح بھی ہے جو ایمان کا حصہ ہے۔

پھر فرمایا: ﴿وَالْمُقِيْمِيْنَ الصَّلٰوةَ وَالْمُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ﴾: نماز بھی قائم کرتے ہیں اور زکوۃ بھی دیتے رہتے ہیں۔

پھر فرمایا اسی ایمان کو دوبارہ دہرایا تا کہ پتہ چلے کہ اصل ایمانیات ہی ہیں، جب تک عقیدہ درست نہیں ہے تو عبادات اور باقی دیگر اعمال کا کوئی فائدہ نہیں ہے اس لیے پھر فرمایا: ﴿وَالْمُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ﴾: ایمان اصل بات ہے بنیاد ہے دین کی اساس ہے اللہ تعالیٰ پر ایمان اور آخرت کے دن پر ایمان اور بیچ میں جتنی بھی چیزیں بھی ہیں سب پر ایمان بھی ہے:

(۱) اللہ تعالیٰ پر ایمان ہے۔

(۲) اللہ تعالیٰ کے فرشتوں پر ایمان ہے۔

(۳) اللہ تعالیٰ کے رسولوں پر ایمان ہے۔

(۴) کتابوں پر ایمان ہے۔

(۵) اور یوم آخرت پر ایمان ہے۔

یہ چھ میں سے پانچ ارکان ہیں ایمان کے یہ سب پانچ لازم اور ملزوم ہیں۔

اللہ تعالیٰ پر ایمان کہاں سے پتہ چلا؟ انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام سے، انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام پر وحی نازل ہوئی کتابیں ہیں۔

کس نے وحی نازل کی ہے؟ فرشتے جبریل علیہ الصلاۃ والسلام۔

تو یہ سب چیزیں لازم اور ملزوم ہیں (سبحان اللہ) اور اسی ایمان میں اگر آپ اس کو قبول کریں گے ایمان صحیح ہو گا تو پھر مرنا بھی ہے مرنے کے بعد پھر حساب بھی ہے یوم آخرت بھی ہے (آخرت بھی ہے نا؟!) تو ارکان ایمان یہ پانچ لازم اور ملزوم ہیں۔

(٦) چھٹا رکن جو ہے تقدیر پر ایمان۔

پھر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے: ﴿اُولٰٓئِكَ سَنُؤْتِيْهِمْ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿١٦٢﴾﴾: یہی لوگ ہیں کہ عنقریب ان کو اُجر عظیم عطا کریں گے۔

دنیا میں پہلے ذلت اور اور رسوائی تھی نا یہود ہیں نصاریٰ ہیں بدعقیدگی ہے کفر ہے ذلت اور رسوائی ہے کوئی خیر نہیں کوئی برکت نہیں ہے لیکن جب اسلام قبول کیا ہے اور ایمان میں داخل ہونے کا حق ادا کیا ہے نیک عمل صالح اعمال بھی کیے ہیں اب عنقریب ان کو اُجر عظیم عطا کریں گے کہ دنیا میں عزت ہے خیر و برکت ہے اور آخرت میں جنت ہے یہ اُجر عظیم ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿اِنَّآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ كَمَآ اَوْحَيْنَآ اِلٰى نُوْحٍ وَّالنَّبِيّٖنَ مِنْۢ بَعْدِهٖ ۚ وَاَوْحَيْنَآ اِلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَعِيْسٰى وَاَيُّوْبَ وَيُوْنُسَ وَهٰرُوْنَ وَسُلَيْمٰنَ ۚ وَاٰتَيْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا ﴿١٦٣﴾﴾ (النساء:163)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿اِنَّآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ كَمَآ اَوْحَيْنَآ اِلٰى نُوْحٍ وَّالنَّبِيّٖنَ مِنْۢ بَعْدِهٖ﴾: بے شک ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف وحی بھیجی ہے جیسے ہم نے وحی بھیجی تھی نوح علیہ الصلاۃ والسلام کی طرف اور اس کے بعد نبیوں کی طرف۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اس آیت کریمہ میں کہ:

(١) میرے پیغمبر علیہ الصلاۃ والسلام کوئی نئی چیز نہیں لے کر آئے یہ وہی وحی ہے جو نازل ہوئی ہے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر وہی وحی جو نازل ہوئی ہے نوح علیہ الصلاۃ والسلام پر کیونکہ وحی ایک ربّ کی طرف سے ہے اللہ تعالیٰ کا طرف سے ہے۔

(٢) اور رسول اور نبی کا انتخاب اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے، المصطفین الأخیار اللہ تعالیٰ کی مرضی ہے اللہ تعالیٰ کا اختیار ہے۔

تو نوح علیہ الصلاۃ والسلام پر جو وحی نازل ہوئی اس کو تم مانتے ہو اللہ کا رسول نبی وہی وحی جو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوئی تب ماننے کے لیے تیار کیوں نہیں ہو جبکہ وحی ایک ہی ربّ کی طرف سے نازل ہوئی اور ایک ہی فرشتہ لے کر آیا ہے؟!

﴿وَّالنَّبِيّٖنَ مِنْۢ بَعْدِهٖ﴾: اور جو نوح علیہ الصلاۃ والسلام کے بعد میں انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام آئے ہیں۔

اور پھر ان انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کے نام لے کر الگ سے تفصیل بیان کی ہے اس کے پیچھے ایک حکمت ہے بتاتا ہوں میں ایک راز ہے لیکن یہاں پر دیکھیں اس جملے کا فائدہ کیا ہے؟

کئی فائدے ہیں ذرا غور سے دیکھیں یعنی جو نہیں مانتے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ کا رسول یہودی نہیں مانتے نصاریٰ نہیں مانتے کئی کافر نہیں مانتے کیونکہ الراسخون فی العلم نے مانا ہے نا اُن کی بات ہو گئی ہے اب انہوں نے حق ادا کیا ہے ماننے کا اور اسلام اور ایمان کا لیکن جو نہیں مان رہے وہ کیوں نہیں مان رہے جبکہ جو وحی نازل ہوئی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر وہی وحی موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام پر بھی نازل ہوئی عیسیٰ علیہ

الصلاۃ والسلام پر بھی وحی نازل ہوئی اور موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کو عیسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کو آپ نبی مانتے ہیں رسول مانتے ہیں تو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کیوں نہیں مانتے؟!

تواُن پر حجت قائم ہوتی ہے یعنی جو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پیغام ہے اُسے آپ دیکھ لیں ذرا اور جس نبی کو تم مانتے ہو نبی اس کے پیغام کو بھی دیکھ لو فرق ہے؟!

(۱) توحید کا پیغام یہاں پر ہے (۱) توحید کا پیغام یہاں پر بھی ہے۔

(۲) اتباع سنت ہے (۲) اتباع سنت ہے۔

(۳) اللہ تعالیٰ کی بڑائی بیان کرنی ہے (۳) اللہ تعالیٰ کی بڑائی بیان کرنی ہے۔

(۴) شرک سے روکنا ہے (۴) یہاں پر بھی شرک سے روکنا ہے۔

(۵) بدعات خرافات اور محرمات سے اجتناب کرنا ہے (۵) یہاں پر بھی اجتناب کر رہے ہیں ان تمام چیزوں سے۔

(۶) بھلائی کا حکم دینا ہے نماز ہے روزہ ہے زکوۃ ہے حج ہے (۶) یہاں پر بھی وہی حکم ہے۔

یعنی وہ کون سی نئی چیز ہے جو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لے کر آئے ہیں اور سابقہ نبی نہیں لے کر آیا بنیادی باتیں جو ہیں؟!

فروعات میں اختلاف ہے، وہ الگ بات ہے لیکن جو دین کی اساس ہے اُس کی بات ہو رہی ہے تو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نبی کیوں نہیں مانتے ہو حجت قائم ہوئی کہ نہ ہوئی؟! (سبحان اللہ)۔

یعنی تمہارے پاس کیا جواز باقی رہتا ہے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نبی نہ ماننے کا سوائے ہٹ دھرمی کے اور تکبر کے کچھ باقی رہتا ہے؟! کچھ بھی نہیں!

اگر صرف انصاف سے کام لے کر اس پر ذرا غور کر لیں بس، تو آپ کا معاملہ صحیح ہو جائے گا لیکن جب تکبر ہے بغض ہے نفرت ہے تب تو مسئلہ حل نہیں ہو سکتا اور ناانصافی بھی ساتھ شامل ہو جائے!

پھر بدعات خرافات کفر پہلے سے موجود ہیں اللہ تعالیٰ کی ناراضگی پہلے سے موجود ہے تو اللہ تعالیٰ توفیق دے گا ہی نہیں! ورنہ یہ ایک کلیہ سمجھ لیں آپ اسے: ﴿اِنَّآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ كَمَآ اَوْحَيْنَآ اِلٰى نُوْحٍ وَّالنَّبِيّٖنَ مِنْۢ بَعْدِهٖ﴾: کیا نئی چیز ہے؟ کوئی نئی چیز نہیں ہے! تو ماننے کے سوا ایمان کے سوا کوئی راستہ ہی نہیں ہے!

کون سا نبی ﴿مِنْۢ بَعْدِهٖ﴾؟ اس سے ثابت ہوا کہ نوح علیہ الصلاۃ والسلام پہلے ہیں۔

سب سے پہلے رسول نوح علیہ الصلاۃ والسلام ہیں اور سب سے پہلے نبی آدم علیہ الصلاۃ والسلام ہیں؛ نوح علیہ الصلاۃ والسلام نبی بھی ہیں اور رسول بھی ہیں اور سب سے پہلے رسول ہیں۔

﴿وَاَوْحَيْنَآ اِلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ﴾: اور ہم نے وحی کی ہے ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام کی طرف۔

﴿وَاِسْمٰعِيْلَ﴾: اور اسماعیل علیہ الصلاۃ والسلام کی طرف۔

﴿وَاِسۡحٰقَ﴾: دیکھیں ابراہیم، ابراہیم کے بیٹے اسماعیل، پھر دوسرا بیٹا اسحاق۔

﴿وَيَعۡقُوۡبَ﴾: اور یعقوب علیہ الصلاۃ والسلام یہ اسحاق علیہ الصلاۃ والسلام کے بیٹے ہیں۔

﴿وَالۡاَسۡبَاطِ﴾: یعقوب علیہ الصلاۃ والسلام کی اولاد جو ہے اُن میں سے جو انبیاء تھے جیسا کہ یوسف علیہ الصلاۃ والسلام۔

﴿وَعِيۡسٰى﴾: اور عیسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام۔

﴿وَاَيُّوۡبَ وَيُوۡنُسَ وَهٰرُوۡنَ وَسُلَيۡمٰنَ﴾: یہ تمام انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام۔

﴿وَاٰتَيۡنَا دَاوٗدَ زَبُوۡرًا ۝١٦٣﴾: اور ہم نے داود علیہ الصلاۃ والسلام کو زبور دی ہے۔

زبور یہ کتاب ہے جو نازل ہوئی داود علیہ الصلاۃ والسلام پر، کتابوں میں سے ایک کتاب ہے جیسے قرآن مجید کتاب ہے تورات کتاب ہے انجیل کتاب ہے ایسے زبور بھی کتاب ہے جو اللہ تعالیٰ کے پیارے نبی داود علیہ الصلاۃ والسلام پر نازل ہوئی۔

پھر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَرُسُلًا قَدۡ قَصَصۡنٰهُمۡ عَلَيۡكَ مِنۡ قَبۡلُ وَرُسُلًا لَّمۡ نَقۡصُصۡهُمۡ عَلَيۡكَ‌ؕ وَكَلَّمَ اللّٰهُ مُوۡسٰى تَكۡلِيۡمًا ۝١٦٤﴾ (النساء:164)

﴿وَرُسُلًا﴾: اور کچھ ایسے رسول ہیں۔

﴿قَدۡ قَصَصۡنٰهُمۡ عَلَيۡكَ مِنۡ قَبۡلُ﴾: جن کے قصے اور احوال ہم نے پہلے آپ سے بیان کیے ہیں۔

﴿وَرُسُلًا لَّمۡ نَقۡصُصۡهُمۡ عَلَيۡكَ‌ؕ﴾: اور بعض ایسے رسول ہیں جن کے قصے ہم نے آپ سے بیان نہیں کیے ہیں۔

﴿وَكَلَّمَ اللّٰهُ مُوۡسٰى تَكۡلِيۡمًا ۝١٦٤﴾: اور اللہ تعالیٰ نے کلام کیا موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام سے (اور خوب کلام کیا ہے حقیقتاً کلام کیا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کی شان ہے)۔

اور اس آیت کریمہ میں یعنی جتنے رسولوں کا ذکر ہے صرف یہ رسول نہیں ہیں، قرآن مجید میں پچیس رسولوں کا ذکر ہے (علیہم الصلاۃ والسلام) اور واجب نوٹ کر لیں کہ ان کے نام مجھے چاہیے کون سے ہیں۔

قرآن مجید میں پچیس رسولوں کا ذکر ہے، انبیاء اور رسول جن کا ذکر قرآن مجید میں ہے انبیاء اور رسول علیہم الصلاۃ والسلام دونوں کا جو ہے پچیس ہے اُن کی تعداد باقی ہیں؟ باقی بھی ہیں کیونکہ قرآن مجید میں پچیس کا ذکر ہے تو مطلب کوئی اور نہیں ہیں؟ ہیں۔

کیا دلیل ہے؟ یہ آیت ہے۔

کون سے رسول ہیں آپ لکھیں 4،3،2،1...25 تک لکھیں کون سے ہیں آپ کو پچیس ملیں گے ان شاءاللہ۔

اگر کوئی آپ سے سوال کرے کہ قرآن مجید میں تو صرف پچیس کا ذکر ہے کیا باقی رسول ہیں کہ نہیں؟ ہیں۔

دلیل کیا ہے؟ یہ آیت کریمہ ہے: ﴿وَرُسُلًا قَدۡ قَصَصۡنٰهُمۡ عَلَيۡكَ مِنۡ قَبۡلُ وَرُسُلًا لَّمۡ نَقۡصُصۡهُمۡ عَلَيۡكَ‌ؕ﴾: ہم نے قصے بیان نہیں کیے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی حکمت ہے پیغام ایک ہے سب کا بعض کے قصے ہمیں پتہ ہیں بعض کے قصے پتہ نہیں ہیں۔

اگر کوئی شک کرے کہ فلاں جو ہے وہ نبی تھا مانیں گے ہم؟ نہیں! ہم کہیں گے کہ دلیل کیا ہے؟ قرآن میں تو پچیس کے نام ہیں وہ جو چھبیسواں ہے ہو بھی سکتا ہے نہیں بھی ہو سکتا جزماً تو نہیں کہہ سکتے ہم ناجب اُس کی ہمارے پاس دلیل ہی نہیں ہے!

اس لیے یہ کہنا کہ فلاں نبی ہے تو اُس کی نبوت کے لیے نبی ہونے کے لیے دلیل الگ سے ہونی چاہیے اور وہ نہیں ہے تو جزماً یقیناً نہیں کہا جا سکتا کہ فلاں بھی نبی تھا کیونکہ وہ بہت اچھا نیک اور صالح تھا اس کی دعوت بھی تھی؛ ہو گی علماء کی دعوت ہوتی ہے کیا علماء نبی ہوتے ہیں کسی زمانے میں؟ نہیں!

کیونکہ بات ایمان کی ہو رہی ہے اور یہ بات انبیاء پر ایمان رسولوں پر ایمان ارکان ایمان میں سے ہے تو کسی کو شامل کرنا اس ایمان میں اس کے لیے دلیل کا ہونا لازمی ہے، مفروضے پر ایمانیات قائم نہیں ہوتے شک کی بنیاد پر ایمانیات قائم نہیں ہوتے جب تک کہ یقین نہ ہو اور یقین اس دلیل میں ہے۔

اس لیے بعض لوگ کہتے ہیں کہ زردشت نبی تھا اب زردشت کیسے نبی تھا کوئی دلیل ہے؟! نہیں!

یہ نام جو ہے کہاں سے آیا ہے؟ یعنی آگ کے پجاری جو ہیں بلاد فارس میں وہ کہتے ہیں کہ اُن کے لیے ایک نبی بھیجا گیا جس کا نام زردشت تھا۔

ہم کہتے ہیں اللہ اعلم؛ جزماً کیوں نہیں کہہ سکتے؟ کیونکہ اس کی صحیح دلیل نہیں ہے نہ قرآن مجید میں ہے نہ کسی صحیح حدیث میں ہے۔

تو یقیناً کہنا کہ وہ نبی تھا یہ بات غلط ہے کیوں غلط ہے؟ کیونکہ صرف مفروضے پر شک کی بنیاد پر ایمان قائم نہیں ہوتا ایمان ہمیشہ یقینی چیزوں پر قائم ہوتا ہے۔

جب ارکان ایمان کی بات کرتے ہیں تو رسولوں پر ایمان بھی یقینی ہے کہ نہیں یا شک وشبہ ہے؟ شک ہے تو پھر اسلام ہے ہی نہیں!

جو شک کرتا ہے کہ یعقوب علیہ الصلاۃ والسلام اللہ کے نبی ہیں (شک کرتا ہے) وہ مسلمان ہے؟ کافر ہے! (باقی تمام انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام پر اس کا ایمان ہے کہتا ہے کہ ایک پر مجھے شک ہے اللہ کا رسول ہے نبی ہے کہ نہیں)۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے یعقوب کا نام ہے قرآن مجید میں اور لقب ہے "اسرائیل" قرآن مجید میں آیا ہے تو اللہ کا نبی کیوں نہیں مانتے ہو اِلّا یہ کہ دل میں کوئی مسئلہ ہے عقیدے میں کوئی خرابی ہے؟!

اس لیے جیسا کہ ایک ایسا نبی جس کی واضح دلیل ہے قرآن مجید میں کہ وہ نبی ہے اس کا انکار کرنا کفر ہے اور کسی ایسے نبی جس کے نام کا پتہ ہی نہیں ہے اس پر ایمان رکھنا بھی درست نہیں ہے کیونکہ اس کی کوئی دلیل نہیں ہے۔

سوال: جیسے لقمان؟

جواب: نہیں! وہ اللہ کے ولی تھے لقمان نبی نہیں تھے، ہاں خضر علیہ الصلاۃ والسلام پر اختلاف ہے اور قول راجح ہے کہ وہ بھی نبی تھے خضر علیہ الصلاۃ والسلام۔

آخری جملہ: ﴿وَكَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰى تَكْلِيْمًا ﴿١٦٤﴾﴾: اور اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کے ساتھ کلام فرمایا اور اس کلام کا حق ادا کیا، یعنی حقیقتاً کلام فرمایا ہے یعنی کوئی مجازاً نہیں ہے۔

اس لیے معتزلہ نے اس آیت میں تحریف کر کے لفظی تحریف کر کے پڑھا ہے: ﴿وَكَلَّمَ (اللّٰهَ) مُوْسٰى تَكْلِيْمًا﴾۔

﴿اللّٰهُ﴾ پر پیش ہے کہ نہیں؟!

دیکھیں ﴿اللّٰهُ﴾ کے لفظ پر "جلّ شانہ" کون سا اعراب ہے؟ پیش ہے۔

پیش کس لیے ہوتا ہے مفعول پر یا فاعل پر؟ فاعل پر؛ پیش فاعل پر مفعول پر فتح ہوتا ہے (منصوب ہوتا ہے اور مفعول)۔

جب پڑھتے ہیں: ﴿وَكَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰى تَكْلِيْمًا﴾: ﴿اللّٰهُ﴾ فاعل ہے کون سا فعل کیا؟ کلام۔

تو کلام کس نے کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے کیا ہے: ﴿كَلَّمَ اللّٰهُ﴾۔

اگر فتح ہوتا ﴿وَكَلَّمَ (اللّٰهَ) مُوْسٰى تَكْلِيْمًا﴾ تو مطلب کیا ہے کلام اللہ نے کیا ہے یا موسیٰ نے کیا ہے؟ موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام نے کیا ہے۔

اگر فتح ہو تو کلام موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام نے کیا ہے اللہ تعالیٰ نے کلام نہیں کیا، موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام نے اللہ تعالیٰ سے کلام کیا ہے معتزلہ اس آیت کو تحریف کر کے فتح لکھتے ہیں اتنی بڑی جسارت کی ہے ان لوگوں نے!

اپنے اس باطل عقیدے کو ثابت کرنے کے لیے کہ اللہ تعالیٰ کلام نہیں کر سکتا کیونکہ کلام مخلوق کی صفت ہے اور تشبیہ لازم آتی ہے انہوں نے تحریف کر دی ہے قرآن مجید کے لفظ کی بھی! استعلاء کے لفظ میں معنی کی تحریف کی ہے۔

استویٰ کہتے ہیں "استعلاء" علو سے، اور استولی کہہ دیا اس کے بھی لفظ کی تحریف کی ہے لیکن اس میں بھی ان لوگوں نے لفظ کی تحریف کی ہے: ﴿اللّٰهُ﴾ جو پیش ہے اس کو فتح لکھ دیا۔

دونوں میں فرق اچھی طرح جان لیں:

1-﴿وَكَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰى تَكْلِيْمًا﴾: اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا لفظ جو ہے ہا پر جو ہے ﴿اللّٰهُ﴾ ضمہ ہے پیش ہے یعنی کلام کرنے کا فعل کلام کرنے والا کون ہے؟ اللہ تعالیٰ ہے۔

اعراب کرتے ہیں: ﴿كَلَّمَ﴾: فعل ماضی ہے اور فاعل کیا ہے؟ اللہ سبحانہ وتعالیٰ۔

اور ﴿مُوْسٰى﴾ مفعول به؛ کلام کس سے کیا؟ موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام سے۔

﴿مُوْسٰى﴾ کا جو الف مقصورۃ ہے اس پر ضمہ یا فتح نظر نہیں آتا کیونکہ عربی گرامر کا قاعدہ ہے کہ جو اسم مقصور ہوتا ہے اس میں جو آخری الف مقصورۃ ہے ﴿مُوْسٰى﴾ دیکھیں "ا" کا لفظ آتا ہے "ا" کی آواز نکلتی ہے تو اس میں ضمہ یا فتح آپ پڑھ سکتے ہیں؟! آ، اُو، اِی نہیں ہو سکتا نا؟! تو "ا" ہی ہے۔

2-انہوں نے کیا کہا؟﴿وَ كَلَّمَ (اللّٰهَ): فتح اللہ کے لفظ پر ڈال دیا اور موسیٰ میں کیونکہ پیش نظر نہیں آتا اور نہ ہی زیر زبر نظر آتی ہے تو اس میں کہا کہ موسیٰ جو ہے فاعل ہے اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ مفعول ہے یعنی کلام موسیٰ نے کیا اللہ تعالیٰ سے نا کہ اللہ تعالیٰ نے کلام کیا موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام سے۔

دونوں میں فرق واضح ہے ضمہ سے اور فتح سے؟ زمین اور آسمان کا فرق ہے!

اس لیے اگر کوئی شخص کہے نا کہ زیر زبر میں فرق کرنے سے کوئی فرق نہیں پڑتا تو فرق پڑتا ہے، قرآن مجید میں زیر زبر سے بھی فرق پڑتا ہے، واحد زبان ہے جس کی زیر زبر ہے دنیا میں کوئی زبان نہیں ہے جس میں زیر زبر ہے سوائے عربی زبان کے اور قرآن مجید کے۔

زیر زبر تو بعد میں لگائی گئی جب قرآن نازل ہوا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں زیر زبر تو نہیں تھی؟! جب لکھا گیا سیدنا ابو بکر کے زمانے میں پھر سیدنا عثمان کے زمانے میں اسے جمع کیا گیا تو زیر زبر نہیں تھی زیر زبر کس نے لگائی کب لگی؟! سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں۔

تو پھر ہم کیسے کہیں کہ ضمہ تھا یا فتح تھا جب زیر زبر تھا ہی نہیں اُس زمانے میں شبہ ہے کہ نہیں؟! یہ لوگ شبہات لے کر آتے ہیں بہت لے کر آتے ہیں معتزلہ جو ہیں! میرے بھائی! جو اعراب آیا ہے وہ جیب سے نکل کر مرضی سے نہیں لگائے گئے وہ جیسا کہ لفظ تھا قرأت تھی ویسے لگائے گئے۔

تو جب نازل قرآن مجید ہوا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اس آیت کو ایسے ہی پڑھا جاتا:﴿وَ كَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰى تَكْلِيْمًا﴾۔

﴿كَلَّمَ اللّٰهُ﴾ ضمہ سے پڑھا جاتا تھا نا کہ فتح سے، اگر فتح سے پڑھا جاتا تو یقیناً فتح ہی ہوتا ضمہ کبھی نہ ہوتا کیونکہ سیدنا علی کبھی بھی اجازت نہ دیتے کہ آپ مرضی سے اپنی پیش، زیر، زبر لگائیں ورنہ پورا معنی تبدیل ہو جاتا قرآن مجید کا اور کوئی صحابی قبول بھی نہ کرتا اُسے!

تو زیر زبر لگی ہے لفظ کے اعتبار سے جیسے لفظ پڑھا گیا ہے ادا کیا گیا ہے کیونکہ دین اسلام پورا کا پورا تلقّی پر قائم ہے لکھنے پر قائم نہیں ہے پتہ ہے؟! "تلقّی" (سننے پر، زبانی) کہ آپ زبانی یاد کریں۔

تو وحی نازل ہوتی تھی کوئی لکھی ہوئی کتاب نہیں تھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سنتے تھے صحابہ کو سناتے تھے صحابہ محفوظ کر لیتے تھے پھر آگے جا کر سناتے تھے لکھنے کا مرحلہ بعد میں آیا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے محفوظ کرنے کے لیے لکھنے کا حکم دیا ہے اور زیر زبر نہیں تھا اس وقت۔

الغرض تو زیر زبر کا ہونا جو ہے اس میں بھی فتح نہیں تھا بلکہ ضمہ ہی تھا فتح کب آیا؟ جب یہ بدعقیدہ لوگ آئے وجود میں معتزلہ اور انہوں نے اپنی بدعقیدگی کی وجہ سے قرآن مجید تک رسائی کی اور معنی کی تحریف کرتے کرتے لفظ کی بھی تحریف کر دی ہے۔

جیسے یہودیوں نے کہا﴿حِطَّةٌ﴾ (البقرۃ:58) کی جگہ حنطة اور اس میں نون کو زیادہ کر دیا تو اِنہوں نے کیا کیا ہے؟﴿اسْتَوٰى﴾ کو استولیٰ بنا دیا:

﴿اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى﴾ (طٰہٰ:5) یعنی استولیٰ (نعوذ باللہ) غالب ہو گیا۔

"مستوی" کہتے ہیں کہ نہیں استویٰ کے لیے سمت لازم ہے جسم لازم ہے یہ لازم ہے وہ لازم ہے تو یہ کفریہ عقیدہ ہم نہیں مانتے، اور ﴿اسۡتَوٰی﴾ کا لفظ ہے استولی بنادیا! اور یہاں پر ﴿کَلَّمَ اللّٰہُ مُوۡسٰی تَکۡلِیۡمًا﴾ کو ﴿کَلَّمَ﴾ (اللّٰہَ) ﴾ فتح لگاتے ہوئے پڑھتے ہیں!

تو اس آیت کریمہ میں واضح دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفت الکلام ثابت ہے دلیل کیا ہے؟ یہ آیت کریمہ ہے: ﴿وَ کَلَّمَ اللّٰہُ مُوۡسٰی تَکۡلِیۡمًا﴾ ۔

کوئی شخص اگر جھگڑا کرے اور کہے کہ یہ واضح نہیں ہے جبکہ دیکھیں جب فعل کو دہرایا جاتا ہے مفعول مطلق کے صیغے سے یاد رکھیں "کَلَّمَ تَکلِیمًا": "تکلیمًا" کا مفعول مطلق ہے اور مفعول مطلق یہ سب سے بلند ترین درجہ ہے کسی چیز کے لفظ کی حقیقت کو بیان کرنے کا، مفعول مطلق مصدر ہوتا ہے، مفعول مطلق جو ہے یہ سب سے بلند درجہ ہے لفظ کے معنی کی تحقیق کا عربی زبان میں کہ معنی کی تحقیق کرنی ہے اس کا معنی کیا ہے یہ بھی ہو سکتا ہے وہ بھی ہو سکتا ہے، مفعول مطلق اگر استعمال کیا جائے نا پھر یہی معنی ہے کوئی اور ہے ہی نہیں بات ہی ختم ہے حقیقتاً!

اس لیے: "کَلَّمَ تَکلِیمًا": "کَلَّمَ" کافی تھا نا؟ ﴿کَلَّمَ اللّٰہُ مُوۡسٰی﴾ کافی ہے کہ نہیں؟ جملہ مکمل ہے کہ نہیں؟ اللہ تعالیٰ نے کلام کیا موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام سے بات ختم ہے آپ سننے کے کوئی منتظر ہیں؟!

اچھا ﴿کَلَّمَ اللّٰہُ﴾ اللہ تعالیٰ نے کلام کیا کس کے ساتھ مفعول تو نہیں ہے نا؟! موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کے ساتھ، اگر نہ بھی ہوتا تب بھی ﴿کَلَّمَ﴾ جو فعل ہے اس کے لیے کافی ہوتا ہے فاعل کا ہونا۔

یہاں پر مفعول بھی ہے مفعول مطلق بھی ہے دو مفعول ہیں:

1-مفعول بہ: جس کے ساتھ کلام کیا گیا "موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام"۔

2-اور کیسے کلام کیا ہے؟ ﴿تَکۡلِیۡمًا﴾ کے صیغے سے کہ حقیقتاً کلام ہے تاکہ کوئی شخص شک وشبہے میں نہ پڑے۔

جب قرآن مجید کو پڑھے کہ اللہ تعالیٰ کلام کر سکتا ہے کہ نہیں کر سکتا؟ یقیناً کر سکتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے کلام کیا بھی ہے صرف ایک لفظ سے وہ کون سا ہے؟ ﴿تَکۡلِیۡمًا﴾۔

﴿تَکۡلِیۡمًا﴾ مفعول مطلق ہے کہ یقیناً اللہ تعالیٰ نے یقیناً کلام فرمایا ہے اور خوب کلام کیا ہے صرف کلام نہیں کیا ﴿تَکۡلِیۡمًا﴾ کے لفظ سے یہ ثابت ہوتا ہے۔

پھر دیکھیں جو اس سے بڑی دلیل ہے سورۃ الاعراف میں کوئی جانتا ہے؟

﴿وَلَمَّا جَآءَ مُوۡسٰی لِمِیۡقَاتِنَا وَ کَلَّمَہٗ رَبُّہٗ﴾ (الاعراف:143)

یہاں پر ﴿وَ کَلَّمَہٗ رَبُّہٗ﴾: ضمیر جو ہے یہ معارف میں جو معرفہ ہوتے ہیں بہت پاور فُل (Powerful) معرفہ ہے بہت طاقتور معرفہ ہے، مفعول مطلق بھی پاور فُل (Powerful) لفظ ہے اور اس کے ساتھ ضمیر جب آجائے نا کہ آپ بات کر رہے ہیں فلاں شخص نے کیا اور اُسی نے یہ کیا اور اُسی نے جب کیا تو کوئی اور ہو سکتا ہے؟

آپ نے نام لے کر کہا کہ اُس بندے نے کیا ہے اس بندے نے نماز پڑھی ہے پھر اس نے روزہ بھی رکھا ہے، نام لیتے ہیں کہ عمران نے نماز پڑھی ہے پھر اس نے روزہ بھی رکھا ہے اب جس کی بات ہو رہی ہے کہہ سکتے ہیں کہ روزہ کسی اور نے رکھا ہے یا اس نے رکھا ہے جس نے آپ کا نام لیا ہے؟! دور تک بھی سوچ سکتے ہیں کہا جا سکتا ہے؟! نہیں!

﴿وَ كَلَّمَهٗ رَبُّهٗ﴾: موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کا ذکر کیا ہے کہ جب میقات کی طرف آئے اور موسیٰ کے ربّ نے اُن سے کلام کیا؛ اب موسیٰ کا کلام الگ سے ہے اور کلام جو موسیٰ کے ربّ نے اُن سے کیا ہے یعنی موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام سے کلام کیا ہے اب اس میں ذہن کہیں جا سکتا ہے یا کوئی انکار کر سکتا ہے؟!

تو اس معرفے سے ان سب سے قوی ترین دلیل ہے یاد رکھیں یہ دونوں: ﴿وَ كَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰى تَكْلِيْمًا﴾: اور اس سے بڑھ کر جب ضمیر معرفت کے ساتھ بیان کیا جاتا ہے تو دیکھیں چار چاند لگ جاتے ہیں اور اس کی وضاحت سب سے زیادہ مضبوط ہو جاتی ہے اس لیے یہاں پر سورۃ الاعراف میں یہاں پر جو ہے معتزلہ لاجواب ہو گئے!

یہاں پر تو تحریف کر سکے نا ﴿اللّٰهُ﴾ پر فتح لگا دیا وہاں پر تحریف کرنے کی گنجائش ہی نہیں تھی کوئی تحریف بھی نہیں کر سکتا پتہ ہے؟! یہ حکمت ہے سبحان اللہ اللہ تعالیٰ نے اس صفت کو ثابت کرنے کے لیے ایک سے زیادہ اندازِ بیان بیان فرمایا ہے تاکہ کسی کے پاس کوئی عذر باقی نہ رہے۔

اب معتزلہ کے پاس کیا عذر ہے؟! یہاں پر تحریف تو کر دی ہے ﴿وَ كَلَّمَ (اللّٰهَ) مُوْسٰى تَكْلِيْمًا﴾ فتح لگا دیا ہے وہاں پر کیا کرو گے ﴿وَ كَلَّمَهٗ رَبُّهٗ﴾؟!

یہاں پر سوال ہی نہیں پیدا ہوتا کوئی مائی کا لال تحریف کر ہی نہیں سکتا سوال نہیں پیدا ہوتا! (سبحان اللہ)۔

پھر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿رُسُلًا مُّبَشِّرِيْنَ وَ مُنْذِرِيْنَ لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌۢ بَعْدَ الرُّسُلِ١ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا۰۰۱۶۵﴾ (النساء:165)

پھر جب رسولوں کا ذکر ہوا ہے اور ان میں سے بعض کی فضیلت بیان کی ہے کہ زبور جو ہے وہ داود علیہ الصلاۃ والسلام پر نازل ہوئی ہے تو یہ فضیلت ہے کہ زبور کتاب جو ہے داود علیہ الصلاۃ والسلام پر نازل ہوئی، اور موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام اللہ کے کلیم ہیں "کلیم اللہ" یعنی اللہ تعالیٰ براہ راست کلام ہوئے ہیں اور پھر: ﴿رُسُلًا مُّبَشِّرِيْنَ وَ مُنْذِرِيْنَ﴾: یہ جو رسول ہیں ان کی دعوت کیا ہے؟ ان کا مشن کیا ہے ان کا پیغام کیا ہے؟ ان کا کام کیا ہے کرتے کیا ہیں؟

﴿رُسُلًا مُّبَشِّرِيْنَ وَ مُنْذِرِيْنَ﴾: رُسُل جمع ہے رسول کی کہ اللہ کے رسول ہیں جو خوشخبری سناتے ہیں اور ڈرانے والے ہیں۔

خوشخبری سنانے والے ہیں اور ڈرانے والے ہیں:

(۱) خوشخبری ہر خیر کی خوشخبری ہے دنیا میں ہر خیر بھلائی ہے اور آخرت میں جنت ہے۔

(۲) اور ڈراتے ہیں خبردار کرنے والے ہیں ہر شر سے خبردار کرتے ہیں اور خصوصی طور پر آخرت میں جہنم سے خبردار کرتے ہیں۔

کیوں؟

﴿لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌۢ بَعْدَ الرُّسُلِ﴾: تاکہ رسولوں کے بعد لوگوں کو اللہ تعالیٰ پر کوئی حجت باقی نہ رہے۔

جب اللہ تعالیٰ نے رسول بھیج دیئے اپنی قوم کی زبان بولنے والے رسول اللہ تعالیٰ نے بھیجے ہیں تاکہ اسی زبان کو سمجھنے والے رسول اُن کو جب پیغام پہنچائیں اللہ تعالیٰ کا تو پیغام سمجھنے میں اُن کو کوئی دقت کوئی پریشانی نہ ہو۔

پیغمبر ہیں سب سے عظیم انسان اپنی قوم میں سب سے زیادہ سمجھدار اور سب سے زیادہ حکمت والے صادق اور اَمین جتنی خوبیاں گنیں کم ہیں، یہی شخص پہلے بہت اچھا تھا نیک تھا صالح تھا صادق تھا اَمین تھا اب یہ شخص کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا یہ حکم ہے میں اللہ کا رسول ہوں یہ پیغام ہے اسے مان لو، بشارت دیتا ہے ہر خیر کی جنت کی اور خبر دار کرتا ہے ڈراتا ہے ہر شر سے اور جہنم سے بھی اب لوگوں کے پاس کوئی حجت باقی ہے نہ ماننے کی؟ کوئی ذریعہ کوئی وجہ کوئی عذر باقی ہے؟ نہیں!

لوگوں پر حجت قائم ہو چکی ہے ان رسولوں کے پیغام سے جو اپنی قوم تک امت تک پہنچایا ہے، اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ سلم جو ہیں تمام لوگوں کے لیے تا قیامت یہ پیغام لوگوں کے لیے موجود ہے ثقلین کے لیے (جن وانس کے لیے)۔

تو حجت قائم ہو جاتی ہے رسولوں کو بھیجنے سے اور رسول کی دعوت کا پہنچنا ایک چیز ہے اُس دعوت کو سمجھنا دوسری چیز ہے کہ رسول دعوت لے کر آیا ہے لیکن سمجھ میں نہیں آرہا جیسا کہ ہم عجم ہیں اور یہ عرب ہیں۔

قرآن عربی میں ہے نا اور کوئی عجم کسی دور دراز علاقے میں رہتا ہے وہاں پر کوئی اُن کا جو رہنما جو ہے یا اُن کا جو بزرگ ہے وہ خود بدعتی ہے وہ یہی آیتیں پڑھتا ہے شرک بدعات کی وہاں پر جا کر دعوت دیتا ہے کہتا ہے کہ قرآن مجید میں ہے یا حدیث میں ہے لوگوں کو کوئی ایکسز (Access) نہیں دوسرا باہر کا پتہ نہیں ہے اس بندے کی بات کو سنتے ہیں کیا ان پر بھی حجت قائم ہوئی؟

تو حجت قائم کرنے کے لیے اس میں علماء کا اختلاف ہے لیکن قول راجح یہی ہے کہ حجت قائم کرنے کے لیے حجت کا پہنچنا بھی ہے اور اسے سمجھنا بھی ہے، ہاں سمجھنے کے بعد جس نے انکار کیا ہے اس پر حجت قائم ہو گئی ہے۔

﴿وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ﴿١٦٥﴾﴾: اور اللہ تعالیٰ غالب ہے اور بڑی حکمت والا ہے۔

خوب غالب ہے اور بڑی حکمت والا ہے عزیز اور حکیم ہے:

(۱) اللہ تعالیٰ جو فیصلہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ غالب ہے عزت والا ہے وہ ہو کر رہتا ہے۔

(۲) وہ اَحکم الحاکمین ہے اللہ تعالیٰ کی حکمت ہے کہ رسولوں کو بھیجا ہے اپنی قوموں کے لیے اور قوموں نے سب نے قبول نہیں کیا ہے اللہ تعالیٰ نے فوراً نہیں پکڑا فوراً سزا نہیں دی کیونکہ وہ حکمت والا ہے۔

(۳) وہ عزیز ہے غالب ہے پکڑ بھی سکتا ہے سزا فوراً بھی دے سکتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی حکمت ہے ڈھیل دیتا ہے تاکہ یہ لوگ سمجھ لیں۔

موقع دیا ہے وقت دیا ہے تاکہ اُن کے پاس حجت نہ ہو کہ دیکھو ہمیں تو موقع ہی نہیں ملا (سبحان اللہ) اس لیے اللہ تعالیٰ عزیز اور حکیم ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ لٰكِنِ اللّٰهُ يَشْهَدُ بِمَآ اَنْزَلَ اِلَيْكَ اَنْزَلَهٗ بِعِلْمِهٖ ۚ وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَشْهَدُوْنَ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ١٦٦﴾ (النساء:166)

لیکن اللہ تعالیٰ اُس پر گواہی دیتا ہے جو اس نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف نازل کیا یعنی قرآن مجید پر: ﴿اَنْزَلَهٗ بِعِلْمِهٖ﴾: اللہ تعالیٰ نے اُسے اپنے علم سے نازل کیا ہے۔

﴿وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَشْهَدُوْنَ﴾: اور فرشتے بھی گواہی دیتے ہیں۔

﴿وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ١٦٦﴾: اور اللہ تعالیٰ کافی گواہ ہے۔

یعنی گواہی کی بات اگر ہے تو اللہ تعالیٰ ہی کافی گواہ ہے لیکن اللہ تعالیٰ بھی گواہ ہے فرشتے بھی گواہ ہیں کہ جو کچھ نازل کیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر حق ہے اور اللہ تعالیٰ کے علم سے ہے۔

جو کچھ بھی اس پیغام میں قرآن مجید میں موجود ہے اللہ تعالیٰ کا پیغام ہے اللہ تعالیٰ کے علم کے مطابق ہے تو اللہ تعالیٰ کا بعض علم اس کتاب میں موجود ہے اور جو کچھ اس کتاب میں موجود ہے وہ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے اللہ تعالیٰ کو علم ہے یعنی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی طرف سے کوئی چیز نہیں لے کر آئے یہ پاک ہے اور صاف ہے اس میں کسی چیز کی ملاوٹ نہیں ہے ہر عیب ہر آلودگی سے پاک ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا پاک کلام ہے اللہ تعالیٰ نے نازل کیا اپنے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اللہ تعالیٰ گواہی دیتا ہے کہ حق ہے اسے قبول کرو۔

یعنی اب تمہارے پاس کیا جواز ہے یہود و نصاریٰ اور دیگر جو کفار ہیں جو نہیں مانتے ہو جب تمہیں پتہ چلا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر وہی وحی نازل ہوئی جو اُن انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام پر بھی نازل ہوئی جن کو تم مانتے ہو کہ وہ اللہ تعالیٰ کے انبیاء ہیں؟!

(۱) جو پیغام وہ لے کر آئے ہیں وہی پیغام یہ لے کر آئے ہیں۔

(۲) اور پھر ہر خوبی اور ہر خیر کا جو پیغام ہے جو بشارت ہے جو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لے کر آئے ہیں وہ بھی آپ کے انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام لے کر آئے ہیں۔

(۳) اور ڈرانے والے ہیں جس چیز سے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ڈرایا ہے اسی چیز سے آپ کے انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام نے بھی ڈرایا ہے۔

اور اس طریقے سے آپ پر حجت قائم ہو گئی ہے اور اس کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کی گواہی ہی کافی ہے اللہ تعالیٰ گواہی دیتے ہیں اللہ تعالیٰ کے فرشتے بھی گواہی دیتے ہیں کہ جو کچھ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوا ہے یہ حق اور سچ ہے اور اللہ تعالیٰ ہی کافی گواہ ہے پھر کیوں قبول نہیں کرتے ہو؟!

اب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نبی نہ ماننا اور ایمان نہ لے کر آنا کوئی وجہ یا کوئی عذر باقی رہتا ہے؟! دیکھیں ہر طرف سے کیسے اللہ تعالیٰ نے گھیر دیا ان لوگوں کو کہ قرآن کی تلاوت کرتے ہیں پڑھتے ہیں ترجمے موجود ہیں پتہ بھی چلتا ہے۔

عرب ایسے موجود ہیں جو یہودی عربی ہیں عربی بولنے والے یہودی ہیں نصرانی ہیں مشرک ہیں ایتھیسٹ (Atheist) ہیں کافی ہیں جب یہ آیت پڑھتے ہیں کیا اُن کے دل میں آتا ہے؟ (سبحان اللہ)۔

﴿وَ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ﴿۱۶۶﴾﴾: اگر یہ گواہی نہ بھی ہوتی تو حق ہے، اگر گواہی کے ساتھ بھی کوئی نہیں مانتا تو پھر یقیناً اس کے دل پر مہر ہی لگی ہوئی ہے اور تو کوئی راستہ نہیں ہے!

اس لیے یہود و نصاریٰ کے لیے یہودیوں کے لیے خصوصی طور پر اللہ تعالیٰ نے کیوں بار بار بیان کیا ہے کہ دل پر مہر لگی ہوئی ہے؟ جب ان حقائق کو دیکھتے ہوئے بھی منہ موڑ لیں اور انکار اور اعراض سے کام لے لیں تو اُن کے دل ہیں ایسے ہی کہ نہیں؟! یعنی وہ کون سی چیز ہے جو دل کو جھنجھوڑ کر کہے گی کہ اب تو مانو الّا یہ کہ دل پر ایسے پردے جمے ہوئے ہیں پتہ ہی نہیں چل رہا کہ حق کیا ہے! آنکھیں دیکھتی نہیں ہیں کان سنتے نہیں ہیں! ویسے دیکھ رہے ہیں سن بھی رہے ہیں دنیا میں لیکن حق کو دیکھنے سے اور سننے سے محروم ہیں کیونکہ دل پر پردے ہیں دل چاہتا نہیں ہے۔

(إنا لله وإنا إليه راجعون)۔

اس لیے پھر اللہ تعالیٰ نے آگے فرمایا ہے:

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ صَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ قَدْ ضَلُّوْا ضَلٰلًاۢ بَعِيْدًا ﴿۱۶۷﴾﴾ (النساء:167)

(بے شک جن لوگوں نے کفر کیا اور اللہ تعالیٰ کے راستے سے روکا ﴿قَدْ ضَلُّوْا ضَلٰلًاۢ بَعِيْدًا﴾ یقیناً وہ گمراہی میں دور جا پڑے ہیں)

دیکھیں کتنا خوبصورت انداز بیان ہے!

گواہی کی بات آئی ہے نہ بھی ہوتی گواہی تب بھی ماننا فرض ہے، چلو گواہی تب بھی نہیں مانے:

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا﴾: بے شک یقیناً جن لوگوں نے کفر کیا ہے نہیں مانا انکار کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کا انکار کرنا اللہ تعالیٰ پر ایمان کے انکار کرنے کے برابر ہے کوئی فرق نہیں ہے! جو رسول پر ایمان نہیں لائے جو رسول پر ایمان نہیں رکھتا اس کا اللہ تعالیٰ پر ایمان بھی ٹھیک نہیں ہے۔ اس لیے یہودی اللہ تعالیٰ کو تو مانتے ہیں کہ نہیں؟ مانتے ہیں۔ تو کافر کیوں ہیں؟! نصاریٰ مانتے ہیں کہ نہیں مانتے؟ مانتے ہیں لیکن کافر ہیں کہ نہیں؟! کیوں؟ کیونکہ ارکان ایمان ہی نہیں ہیں اُن کے صحیح۔ نصاریٰ نے یہودیوں نے عیسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کو نہیں مانا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی نہیں مانا دونوں کا انکار کیا، نصاریٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انکار کیا کہ اللہ کا نبی نہیں ہے؛ تو:

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا﴾: خود کفر کیا۔

﴿وَ صَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ﴾: اور دوسروں کو بھی روکا۔

دیکھیں ایک تو انسان خود گناہ کرتا ہے اپنی حد تک کرتا ہے، گناہ ہے اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا غضب کا باعث ہے اور پھر یہ گناہ دوسروں تک بھی پہنچتا ہے یہ اُس سے بڑھ کر گناہ ہے اللہ تعالیٰ کے غضب کا سبب ہے اور باعث ہے!

یہودیوں نے کیا کیا؟ اہل تورات تھے اُن کے پاس علم تھا تحریف کر دی، پھر بھی کچھ علم باقی رہا تعلیمات تھیں انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کی، محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام اُس میں موجود ہے، کہاں سے ہیں عرب سے ہیں یہ بھی موجود ہے اس کے باوجود بھی انکار کیا ہے!

اچھا خود توانکار کیاہے کافر ہیں دوسروں کو بھی روکا ہے: ﴿وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ﴾: ہر وہ راستہ اختیار کیا جس سے اللہ تعالیٰ کے راستے میں رکاوٹ پیدا کر سکتے ہیں۔ یعنی خود تو مرے ہیں دوسروں کو بھی اپنے ساتھ ماریں گے، ہلاکت میں اپنے ساتھ اُن کو بھی ہلاک کر دیا جن لوگوں نے اُن کی بات کو مانا ہے اس لیے فرمایا ہے: ﴿قَدْ ضَلُّوْا ضَلٰلًا بَعِيْدًا ﴿١٦٧﴾﴾: خود تو گمراہ ہیں اور ہر نافرمان گمراہ ہوتا ہے نافرمانی کی ہے حق کو قبول نہیں کیا ہے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان نہیں رکھا ہے تو کافر بھی ہے گمراہ بھی ہے لیکن بہت دور کی گمراہی کی بات کیوں ہو رہی ہے؟ کیونکہ دوسروں کو بھی حق سے روکا ہے۔

آپ کو پتہ ہے کہ جو شخص کسی کو حق سے روکتا ہے یا اُسے غلط پیغام پہنچاتا ہے اور وہ شخص اس غلط پیغام کی وجہ سے حق سے دور ہو جاتا ہے تو یہ شخص جو ہے اس کے گناہ کا ذمہ دار ہے اور روز محشر میں قیامت کے دن اُس کے گناہ کا بوجھ بھی اپنے سر پر اٹھائے! (إنا لله وإنا إليه راجعون)۔

﴿لِيَحْمِلُوْٓا اَوْزَارَهُمْ كَامِلَةً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ ۙ وَمِنْ اَوْزَارِ الَّذِيْنَ يُضِلُّوْنَهُمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۭ اَلَا سَاۗءَ مَا يَزِرُوْنَ ﴿٢٥﴾﴾

(النحل:25)

(تاکہ یہ بوجھ اٹھائیں اپنے بوجھ گناہوں کے اور اُن لوگوں کے بوجھ بھی اٹھائیں جن کو اِن لوگوں نے گمراہ کیا بغیر علم کے کتنا بُرا بوجھ اٹھانے والے ہیں)

اور اس میں ہر وہ شخص شامل ہے جو دعوت اور تبلیغ کا کام کرتا ہے اور غلط بیانی کرتا ہے اور لوگ اس غلط بیانی کو دین سمجھ کر عمل کرتے ہیں وہ بھی گناہگار ہیں یہ بھی اُن کے اس گناہ میں شریک ہے کیونکہ یہی وجہ بنا تھا غلط تربیت کر کے غلط دعوت دے کر (نعوذ باللہ)۔

اہل بدعت سب اس میں ملوث ہیں شامل ہیں نعوذ باللہ: ﴿قَدْ ضَلُّوْا ضَلٰلًا بَعِيْدًا﴾۔

پھر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَظَلَمُوْا لَمْ يَكُنِ اللّٰهُ لِيَغْفِرَ لَهُمْ وَلَا لِيَهْدِيَهُمْ طَرِيْقًا ﴿١٦٨﴾ اِلَّا طَرِيْقَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۭ وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا ﴿١٦٩﴾﴾ (النساء:168-169)

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا﴾: بے شک جن لوگوں نے کفر کیا۔ ﴿وَظَلَمُوْا﴾: اور ظلم بھی کیا ہے۔

یہ الگ الگ کیوں ہے ہر کفر ظلم ہے تو کیا ہر ظلم کفر ہوتا ہے؟ نہیں! کہ کفر کیا ہے اور کفر سے بڑھ کر ظلم بھی کیا ہے لوگوں کو جب راستے سے روکا ہے ظلم تو کیا ہے اُن لوگوں پر! خود کفر کا راستہ اختیار کیا ہے اپنے اوپر بھی ظلم کیا ہے کفر کا راستہ اختیار کر کے اور دوسروں کو بھی جب حق سے روکا ہے اُن پر بھی ظلم کیا ہے اور اپنے نفس پر بھی ظلم کیا ہے! تو کفر کے ساتھ ظلم کو اس لیے شامل کر دیا ہے اس میں ہر قسم کا ظلم شامل ہے۔

﴿لَمْ يَكُنِ اللّٰهُ لِيَغْفِرَ لَهُمْ﴾: اللہ تعالیٰ اُنہیں نہیں بخشنے والا۔

﴿وَلَا لِيَهْدِيَهُمْ طَرِيْقًا ﴿١٦٨﴾﴾: اور نہ ہی اُن کی ہدایت کے راستے کی طرف رہنمائی کرے گا۔

کیونکہ اگر ایک گناہ ہوتا صرف کفر ہے تو کوئی کافر جو ہیں انہوں نے اسلام قبول کیا اور اسلام میں داخل ہوئے کہ نہیں ہوئے؟ ہوئے۔

کچھ لوگ ہیں جو نہیں ہو رہے تو اللہ تعالیٰ نہیں توفیق دے گا اُن کو کیونکہ کفر کے ساتھ ظلم بھی ہے اور گناہ بھی ہیں جو اللہ تعالیٰ سے مزید دور کر دیتے ہیں۔ دیکھیں جب انسان ایک گناہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ سے تھوڑا سا دور! دو گناہ اور دور! دس گناہ اور دور! سو گناہ اور دور!

تو گناہ انسان کو اللہ تعالیٰ سے دور کر دیتے ہیں اور کفر سب سے بڑا گناہ ہے اور شرک سب سے بڑا گناہ ہے جو اللہ تعالیٰ سے دور کر دیتا ہے، جب اس کے ساتھ ظلم بھی مل جائے تو مزید دوری ہو جاتی ہے! ہدایت کے لیے اپنے لیے لوگ مصیبت کھڑی کر دیتے ہیں ہدایت ان کے لیے بہت مشکل ہو جاتی ہے اس لیے فرمایا:﴿لَمۡ يَكُنِ اللّٰهُ لِيَغۡفِرَ لَهُمۡ﴾:اللہ تعالیٰ اُنہیں بخشنے والا نہیں ہے۔

﴿وَلَا لِيَهۡدِيَهُمۡ طَرِيۡقًا ۝١٦٨﴾:اور اللہ تعالیٰ اُن کو راہ راست بھی دکھانے والا نہیں ہے۔

کیوں؟ جب تک کفر اور ظلم پر قائم ہیں تو اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی مغفرت سے بھی محروم کر رہے ہیں اور ہدایت کے راستے بھی اپنے آپ کو محروم کر رہے ہیں، اللہ تعالیٰ کبھی کسی پر ظلم نہیں کرتا:

﴿وَلَا يَظۡلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا ۝٤٩﴾ (الكهف:49)

یہ قاعدہ اور قانون اچھی طرح یاد کر لیں، جو راہ راست سے بھٹکا ہوا ہے دور ہے مصیبت غلطی خرابی اُس کے دل کے اندر ہے اُس کے اندر ہے اللہ تعالیٰ نے کوئی کمی نہیں چھوڑی اُسے راہ راست دکھانے اور چلانے کے لیے۔ اُسے عقل دی ہے سمجھ دی ہے سوچ دی ہیں آنکھیں دی ہیں کان دیئے ہیں، رسول بھیجے ہیں کتابیں نازل کی ہیں سب کچھ مکمل وضاحت کے ساتھ سامنے رکھ دیا ہے جو نہیں مانتا اور قبول نہیں کرتا خرابی اُس کے اندر ہے!

﴿اِلَّا طَرِيۡقَ جَهَنَّمَ﴾: دیکھیں﴿وَلَا لِيَهۡدِيَهُمۡ طَرِيۡقًا ۝١٦٨﴾: کوئی اللہ تعالیٰ اُن کو راستہ یعنی راہ راست نہیں دکھائے گا:

﴿اِلَّا طَرِيۡقَ جَهَنَّمَ﴾: ہاں ایک راستہ ضرور دکھائے گا اُن کے لیے آسان کرے گا وہ کون سا راستہ ہے؟ جہنم کا راستہ (نعوذ باللہ):

(۱) جہنم میں داخل ہوں گے ایک وعید ہے بُری خبر ہے اور اس سے بڑھ کر

(۲)﴿خٰلِدِيۡنَ فِيۡهَاۤ﴾: دوسری

(۳) تیسری﴿اَبَدًا﴾۔ یہ تین انتہائی خوفناک وعیدیں ہیں!

جہنم میں ڈبکی کا ایک عذاب ہی کافی ہے، ایک ڈبکی صرف: "غمسة واحدة في جهنم!" جیسے حدیث میں آیا ہے، دنیا کی ہر لذت ہر آسائش کو تباہ کر کے رکھ دے گی کہ کبھی کوئی لذت دنیا میں کبھی کسی نے چکھی نہیں ہے نہ کبھی آسائش اُس کو ملی نہ آرام اُس کو محسوس ہوا ہے ایک غمسة سے ایک ڈبکی سے!

یہاں پر جہنم ہے:﴿خٰلِدِيۡنَ فِيۡهَاۤ﴾: ہمیشہ کے لیے لمبے عرصے کے لیے کوئی حد ہے مدت کی؟ نہیں!﴿اَبَدًا﴾: ہمیشہ کے لیے کیونکہ وہ کافر ہمیشہ رہے دنیا میں نا! دیکھیں نا ساٹھ ستّر سال سو سال کی زندگی اللہ تعالیٰ نے دی ہے وہ ساری زندگی کفر پر رہے نا، نہیں! جب ساری زندگی دنیا

کے کفر پر رہے تو آخرت میں موت کے بعد بھی کفر پر جب مرا ہے تو پھر سزا ہمیشہ کے لیے ہونی چاہیے کہ نہیں؟! انصاف ہے کہ نہیں؟! (سبحان اللہ)۔

یہاں پر تو ساٹھ ستّر سال کی زندگی تھی ناوہاں پر ہمیشہ کے لیے ہے! اُس کے لیے تو ساٹھ ستّر سال ہمیشہ تھی نادنیا میں یعنی دنیا میں کوئی کمی تو نہیں تھی نازندگی پوری ہوئی نااُس کی اس لیے آخرت میں جو زندگی پوری ہوئی اُس کا کوئی اینڈ(End) نہیں ہے دنیا میں اینڈ(End) ہے اُس کا۔

اُسے جینے کا سارا موقع دیا گیا ہے اور وہ ساری زندگی جی چکا ہے کہ نہیں؟ ساری زندگی ملی ہے نااُسے! اب آخرت کی بھی ساری زندگی اُس کو ملے گی، آخرت کی زندگی کا کوئی اینڈ(End) نہیں ہے تو ہمیشہ کے لیے: ﴿خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا﴾۔

﴿وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا ﴿١٦٩﴾﴾: اور یہ اللہ تعالیٰ پر بہت آسان ہے۔

کوئی کہے گا ناکہ کوئی راستہ نکلے گا کوئی سفارشی دیکھیں گے، کوئی یہ کرے گا وہ کر لیں گے، اب مشکل ہو گا کیسے ہو گا نہیں ہو گا یہ سب اللہ تعالیٰ پر بہت آسان ہے۔ جہنم کی سزادینااور ہمیشہ اُس میں رکھنااللہ تعالیٰ کے لیے بہت آسان ہے یعنی اس وعید میں مزید ایک وعید اور بھی شامل کر دی ہے تو کسی گمان میں نہ رہ جائیں جو اہل کفر ہیں نکلنے کا کوئی راستہ نہیں ہے! اور نہ ہی اللہ تعالیٰ پر مشکل ہے کسی بڑے سے بڑے کافر کو سزادینااللہ تعالیٰ کے لیے بہت آسان ہے کیونکہ وہ مالک الملک ہے ذوالجلال والاکرام ہے القہار ہے صاحب الجبروت اور کبریاء ہے سبحانہ وتعالیٰ۔

پھر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ﴾: اب یہود و نصاریٰ اہل کتاب کے تسلسل کے علاوہ عوام باقی تمام جو لوگ ہیں:

﴿يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمُ الرَّسُوْلُ بِالْحَقِّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَاٰمِنُوْا خَيْرًا لَّكُمْ ؕ وَاِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿١٧٠﴾﴾ (النساء:170)

﴿يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ﴾: اے لوگو!

قرآن مجید میں نداجو ہے وہ چار قسم کی ہے:

(۱) ﴿يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ﴾ (النساء:170) یہ ہے۔

(۲) ﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا﴾ (النساء:136)۔

(۳) ﴿قُلْ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ﴾ (آل عمران:64) بھی ہے۔

(۴) اور ﴿قُلْ يٰۤاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ ﴿١﴾﴾ (الکافرون:1)۔

چار قسم کی یہ ندا ہے مختلف لوگوں کے لیے۔ جب اہل ایمان کا ذکر آتا ہے تو یہ خاص مومنوں کے لیے ہے اور سب سے جو بہترین صفت ہے اُن کے اندر ایمان کی اُسی سے اُن کو مخاطب کر کے اللہ تعالیٰ نے ندا کے صیغے سے بیان کیا ہے: ﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا﴾۔

﴿يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ﴾: اے لوگو! تمہیں اللہ تعالیٰ نے انسان پیدا کیا ہے تم انسان ہو جو تمہارا خالق ہے جو تمہارا مالک ہے جس نے تمہیں پیدا کیا ہے اُس کے احکامات کو تم نے سننا بھی ہے اور ماننا بھی ہے۔

﴿يَاَيُّهَا النَّاسُ﴾: یہ تمام لوگوں کے لیے ہے اس میں اہل ایمان بھی شامل ہیں اہل کفر بھی شامل ہیں یہ پیغام سب کے لیے ہے۔

﴿قَدۡ جَآءَكُمُ الرَّسُوۡلُ بِالۡحَقِّ﴾: تمہارے ربّ کی طرف سے حق کے ساتھ رسول آگیا ہے۔

﴿جَآءَكُمُ﴾: تمہارے پاس پہنچ گیا ہے؛ اُس زمانے میں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قریش بھی موجود تھے اپنی قوم تھی وہاں پر پہنچ گئے۔

﴿جَآءَكُمُ﴾: حق کے ساتھ تمہارے ربّ کی طرف سے آیا ہے، وہ ربّ جسے تم خالق مالک رازق، مشکل کشا حاجت روا مانتے ہو۔

مشرکین ابو جہل ابو لہب اللہ تعالیٰ کو خالق مالک رازق مانتے تھے کہ نہیں مانتے تھے؟ مانتے تھے۔

اس لیے یہ نہیں فرمایا کہ "مِنَ اللهِ" بلکہ ﴿مِنۡ رَّبِّكُمۡ﴾: تمہارے ربّ نے اس رسول کو منتخب کیا ہے اور تمہارے پاس بھیجا ہے، یہ رسول آچکا ہے تمہارے پاس حق کو لے کر آیا ہے، اور حق بھی تمہارے ربّ کی طرف سے ہے اور رسول بھی تمہارے ربّ کی طرف سے ہے تم اُس ربّ کو مانتے ہو کہ وہ تمہارا ربّ ہے۔ تو کیا کرنا ہے؟ ﴿فَاٰمِنُوۡا﴾: سبحان اللہ۔

دیکھیں توحید ربوبیت کو کس طریقے سے جوڑا ہے ایمان کے ساتھ؟ ﴿فَاٰمِنُوۡا خَيۡرًا لَّكُمۡ﴾: پس ایمان لے آؤ اسی میں تمہارے لیے بہتری ہے اسی میں تمہارے لیے خیر ہے؛ یعنی اگر نہیں لاتے ہو تو پھر کوئی خیر نہیں ہے! ﴿فَاٰمِنُوۡا خَيۡرًا لَّكُمۡ﴾: دیکھیں اللہ تعالیٰ نے ایمان کے ساتھ خیر کو جوڑ دیا ہے کہ ہر خیر قسم کا خیر! توحید ہے اتباع سنت ہے اُس میں عدل ہے انصاف ہے دنیا کی بھلائی ہے آخرت کی بھلائی ہے تمام چیزیں شامل ہیں۔ آپ خیر کو جیسے بھی سمجھ سکتے ہیں ڈیفائن (Define) کر سکتے ہیں اُس میں جس خیر کو شامل کر سکتے ہیں کر دیں اس لفظ میں موجود ہے ایمان کے ساتھ ہر خیر موجود ہے۔ ہاں اگر ایمان نہیں ہے تو پھر کوئی خیر نہیں ہے بلکہ یہ جتنی بھی آسائشیں ہیں نعمتیں ہیں سب نقمتیں بن جائیں گی اور اس کا الگ سے حساب دینا پڑے گا!

دیکھیں باقی جتنا بھی خیر ہے وہ ایمان کے ساتھ جڑا ہوا ہے کیونکہ ہر خیر کی اساس ایمان ہی ہے: ﴿فَاٰمِنُوۡا خَيۡرًا لَّكُمۡ﴾۔

"وإن لم تؤمنوا" دوسری طرف: "فلا خيرا لكم": اگر ایمان نہیں لے کر آتے پھر کوئی خیر نہیں ہے تمہارے لیے! ہاں اگر تمہارے پاس دنیا ہے آسائش ہے بادشاہت ہے جو بھی ہے اُس میں پھر کوئی خیر نہیں ہے کیونکہ وہ تمہارے لیے نقمت ہے نعمت نہیں ہے۔

ہر نعمت نقمت میں بدل جاتی ہے کفر کے ساتھ اور ہر نعمت جو ہے برقرار رہتی ہے ایمان کے ساتھ۔

پھر فرمایا: ﴿وَاِنۡ تَكۡفُرُوۡا﴾: اور اگر تم نہیں مانتے ہو اور کفر کا راستہ اختیار کرتے ہو اور کفر کرتے ہو۔

﴿فَاِنَّ لِلّٰهِ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ﴾: یعنی اللہ تعالیٰ غنی ہے بے پرواہ ہے اللہ تعالیٰ کو تمہارے ایمان سے کوئی فائدہ نہیں ہوتا اور تمہارے کفر سے کوئی نقصان نہیں ہوتا کیوں؟ ﴿فَاِنَّ لِلّٰهِ﴾: کیونکہ یقیناً جو کچھ ہے آسمانوں اور زمین میں وہ اللہ تعالیٰ کا ہے۔

جو کچھ آسمانوں میں اور زمین میں ہے وہ سب اللہ تعالیٰ کا ہے اللہ تعالیٰ تمام کائنات کا مالک ہے وہ تمہارا بھی مالک ہے تو تمہاری فرمانبرداری سے ایمان سے اُسے کیا فائدہ ہوگا؟! اور تمہاری نافرمانی سے تمہارے کفر سے کیا نقصان ہوگا؟!

ہوگا کچھ نقصان؟ نہیں!

دیکھیں انسان کی حیثیت:

(۱) زمین کو دیکھیں "اُرض" باقی سیارے چھوڑ دیں آپ اس اُرض کو دیکھ لیں کتنی بڑی ہے۔

(۲) اُرض کے سامنے پہاڑ کو دیکھ لیں، جب کبھی جائیں نا پہاڑ کے سامنے تو دیکھیں پہاڑ کتنا بڑا ہے اور انسان پہاڑ کے سامنے کتنا چھوٹا ہوتا ہے!

انسان کی حیثیت زمین پر کیا ہے پہاڑ کے سامنے؟! اور پہاڑ کی حیثیت پوری زمین کے سامنے کیا ہے؟!

(۳) اور زمین کی حیثیت سورج کے سامنے کیا ہے؟ یا باقی جو آسمان میں جو سیارے ہیں اُن کے سامنے کیا ہے؟

(۴) اور اس انسان کی دیکھیں تمام مخلوقات میں حیثیت ہی کیا ہے؟!

اگر اس انسان کے پاس صرف ایک خوبی نہیں ہے جو اس کے لیے تمیز کا تمغہ ہے ایمان نہیں ہے تو کچھ بھی نہیں ہے کوئی حیثیت نہیں ہے! لیکن اگر مومن ہے تو اللہ تعالیٰ عرش کے اوپر سے بھی اُس کی حفاظت کرتا ہے! دیکھیں عرش سب سے بڑی مخلوق، اللہ تعالیٰ عرش سے اوپر ہے اور اس بندے کے ساتھ ہے:

﴿...اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيۡنَ ۝١٥٣﴾ (البقرۃ:153)

﴿...وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الۡمُحۡسِنِيۡنَ ۝٦٩﴾ (العنکبوت:69)

سبحان اللہ؛ حفظ ہے تائید ہے نگہبانی ہے کیوں؟ کیونکہ مومن ہے ہاں اس کی اب حیثیت ہے (سبحان اللہ) اس لیے فرمایا:

﴿وَاِنۡ تَكۡفُرُوۡا فَاِنَّ لِلّٰهِ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ﴾۔

﴿وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيۡمًا حَكِيۡمًا ۝١٧٠﴾: اور اللہ تعالیٰ خوب جاننے والا بڑی حکمت والا ہے۔

(۱) اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کون ایمان لائے گا کون ایمان نہیں لائے گا۔

(۲) کون ایمان لائے گا تاکہ اُس کے لیے ایمان کا راستہ آسان کر دوں۔

(۳) اور کون نہیں ایمان لے کر آئے گا وہ خود مشکلات کو اگر پیدا کرنا چاہتا ہے تو اُس کو اُس کے حوالے میں کر دوں اُسے توفیق نہ دوں اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے۔

(۴) اور وہ بڑی حکمت والا بھی ہے وقت دیتا ہے اور یہ خوب جانتا ہے اُس کی حکمت کے تقاضے میں ہے کہ اُحکم الحاکمین ہے وقت بھی ہے ڈھیل بھی ہے حجت بھی قائم ہو چکی ہے جس نے اس حق کو ماننا ہے جو رسول لے کر آئے ہیں وہ سرخرو ہوا اور خیر کو اس نے پالیا جو ایمان کے ساتھ جڑا ہوا ہے ہر خیر کو پالیا اور جس نے انکار کیا ہے اُس نے خود انکار کیا ہے اور اپنے لیے ہر شر کا راستہ جو ہے اُس نے مہیا کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کو یہ راستے دکھا دیئے ہیں اور دونوں کے لیے یہ راستے آسان کر دیئے ہیں:

(۱) جس نے اس راستے کو اختیار ہیں کیا اور رسول پر ایمان نہیں لے کر آیا وہ ذمہ دار ہے اپنی تباہی کا!

(۲) اور جن لوگوں نے ایمان قبول کیا ہے اللہ تعالیٰ کا اُن پر خاص فضل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اُن کو توفیق بھی دی ہے اور یہ راستہ بھی اُن کے لیے آسان کیا ہے۔

اتنا کافی ہے اگلے درس سے پھر سیاق آتا ہے اہل کتاب: ﴿ يَآيُّهَا النَّاسُ ﴾: پھر ﴿ يَآهْلَ الْكِتٰبِ ﴾: اگلے درس میں بتاؤں گا ان شاء اللہ کہ کتنا خوبصورت انداز بیان ہے کہ اہل کتاب بھی لوگوں میں شامل ہیں؛ تو انسان کے لفظ سے خطاب کیا پھر اہل کتاب سے بھی خطاب کیا کچھ تو مانو نا ؟! اگلے درس میں ان شاء اللہ یہیں سے بیان کریں گے شروع کریں گے (واللہ أعلم)۔

سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ أَسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوبُ إِلَيْكَ

سوال اور جواب

سوال: یہاں پر پہلے جو آیت گزری ہے {وَآتَيْنَا دَاوُودَ زَبُورًا} (النساء:163) زبور جو ہے ناوہ داؤد علیہ الصلاۃ والسلام کو دی گئی تو داؤد علیہ الصلاۃ والسلام رسول کیوں نہیں ہیں جب کتاب دی گئی؟

جواب: وہی سیم (Same) پیغام تھا کیونکہ داود علیہ الصلاۃ والسلام کے زمانے میں شرک نہیں تھا اور ہمیشہ جب شرک ہوتا ہے تب رسول اللہ تعالیٰ بھیجتا ہے۔ تو زبور جو ہے کچھ تعلیمات جو تورات میں تھیں اُن ہی میں سے تعلیمات تھیں کیونکہ موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام تو وفات پا چکے تھے موجود نہیں تھے کچھ اور مزید تعلیمات تھیں جو تورات میں نہیں تھیں اُن میں مزید ایڈیشن (Addition) جو ہے وہ زبور میں آ گیا، آج جو موجود ہے جسے بائبل کہتے ہیں اس میں تورات، انجیل، زبور تینوں موجود ہیں ایک ہی کتاب میں جس میں تحریف کر دی گئی۔

بہر حال تو اہل کتاب کی یہ کتاب ہے۔

سوال: داود علیہ الصلاۃ والسلام رسول نہیں ہیں؟

جواب: نہیں رسول نہیں ہیں اللہ کے نبی ہیں کتاب کے باوجود بھی، یہ علماء کا ایک قول ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ قول راجح ہے (واللہ أعلم)۔

وہی شریعت تھی یعنی اُس میں کوئی توحید اور شرک کا پیغام نہیں ہے جیسا کہ کوئی شرک کرتا ہے پھر خاص رسول ایک تجدید ہوتی ہے دعوت توحید کی وہ تجدید نہیں ہے کیونکہ توحید قائم تھی اُس زمانے میں (واللہ أعلم)۔

یہ رسالہ ڈاکٹر مرتضیٰ بن بخش (حفظہ اللہ) کے آڈیو درس 004-33: سورۃالنساء کی مختصر تفسیر (آیات:162-170) سے لیا گیا ہے۔ سبق لسانی اور تعبیر کی غلطی کو درست کر دیا گیا ہے۔ قارئین کرام سے گزارش ہے کہ اگر کوئی اور غلطی نظر آئے تو ضرور آگاہ کریں اور اس خیر کے کام میں شامل ہو جائیں۔

mp3 Audio